



# مفلس کون

مفتی منیب الرحمن

21-07-2018

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم مفلس اُسے سمجھتے ہیں جس کے پاس دنیاوی مال و متاع نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں درحقیقت مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ (اس کے نامہ اعمال میں) نمازیں، روزے اور زکوٰۃ (یعنی عبادات) تو ہوں گی، لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر ناجائز تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مار پیٹا ہوگا، تو ان تمام حق داروں کو (اُن کے حقوق کی تلافی کے لیے) اُس کی نیکیاں منتقل کی جائیں گی، پھر جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کے ذمے حقوق (بدستور) باقی رہیں گے، تو اُن (حق داروں) کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا، (صحیح مسلم: 2581)۔ آج کل ہمارے وطن عزیز میں قومی انتخابات کی مہم اپنے آخری مراحل میں جاری و ساری ہے اور ان انتخابات کے بعد پتا چلے گا کہ انتخابات کے نتیجے میں قوم کے حالات میں پہلے سے بہتری آتی ہے یا حالات حسب سابق جاری و ساری رہتے ہیں یا اُس سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں، اس کا علم اللہ کے پاس ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے بہتری کی امید رکھنی چاہیے اور اسی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ لیکن اس انتخابی مہم نے سردست قوم کو جو تحفہ دیا ہے، وہ سیاسی قائدین کی اخلاقی گراؤ کا ہے جو کہ افسوسناک ہے۔ عربی کا مقولہ ہے: ”لوگ اپنے بادشاہوں (یا حکمرانوں) کی روش کو اپناتے ہیں“، سو ہمارے مستقبل کے حکمران قوم کو بد اخلاقی کا جو تحفہ دے چکے ہیں، اس کے مظاہر سوشل میڈیا پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہمارے سیاست دانوں کو صرف تعریف پسند ہے، تنقید انہیں ناپسند ہوتی ہے، حالانکہ منہ پر تعریف ہلاکت کا باعث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (1) ”جب تم (منہ پر) تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو اُن کے چہروں پر مٹی ڈال دو، (صحیح مسلم: 3002)۔“ (2) ابو معمر بیان کرتے ہیں: ”ایک شخص کھڑا ہوا اور حاکم وقت کی تعریف کرنے لگا تو مقداد نے اس کے چہرے پر مٹی ڈال دی اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم خوشامدیوں کے چہروں پر مٹی ڈالیں، (صحیح مسلم: 3002)۔“ اس کی شرح میں امام یحییٰ بن شرف نووی نے لکھا: ”حضرت مقداد نے اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کیا اور بعض دیگر محدثین نے بھی اسے ظاہری معنی میں لیا ہے اور وہ



خوشامدیوں کے چہروں پر فی الواقع مٹی ڈالتے تھے اور دوسرے محدثین نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ ایسے خوشامدیوں کو نامراد کرو، انہیں تعریف پر چھکی نہ دو اور جب تمہاری تعریف کی جائے تو یاد رکھو کہ تم مٹی سے ہو، سو تواضع کرو اور اترؤ نہیں (کیونکہ مٹی کی خاصیت عجز اور انکسار ہے)۔“

خوشامدی لوگ مخلص اور خیر خواہ کا روپ اختیار کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ بدخواہ اور مطلب پرست ہوتے ہیں، جو انسان کے دل و دماغ میں حقائق کا سامنا کرنے کی اہلیت کو سلب کر لیتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کس کی خیر خواہی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اُس کی کتاب مقدس، اُس کے رسول مکرم ﷺ مسلمانوں کے حکمرانوں اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی (دین) ہے، (صحیح مسلم: 55)۔“ اللہ تعالیٰ، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس کا فائدہ خود عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول مکرم ﷺ کی شان تو ویسے ہی بلند ہے، وہ ہماری کسی تعریف یا خیر خواہی کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ ہم سب اُن کے محتاج ہیں۔

محدثین کرام نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے چند کلمات کو نہایت جامع قرار دیا ہے، اُن میں نصیحت (خیر خواہی)، فلاح اور عافیت کے کلمات شامل ہیں، یہ پورے دین پر محیط ہیں۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں: ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم!) افضل دعا کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے رب سے عافیت اور دنیا اور آخرت کی سلامتی مانگو، پھر وہی شخص دوسرے دن آیا اور یہی سوال کیا، آپ ﷺ نے پھر یہی جواب دیا، پھر وہی شخص تیسرے دن آیا اور یہی سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں دنیا اور آخرت کی عافیت عطا ہوگی تو تم نے فلاح پائی، (سنن ترمذی: 3512)۔ اس کی شرح میں علامہ طیبی نے لکھا: ”عفو، عافیت اور مُعافات کے معانی تقریباً ایک جیسے ہیں: عفو کے معنی ہیں: ”گناہوں کا مٹ جانا“ اور عافیت کے معنی بیماریوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہنا ہے، اس کے معنی صحت و عافیت کے بھی ہیں“ اور مُعافات کے معنی ہیں: ”اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے اور لوگوں کو تمہارے شر سے محفوظ رکھے، لوگوں کو تمہاری اذیت سے اور تمہیں لوگوں کی اذیت سے اپنی پناہ میں رکھے“۔ وہ لوگ جو ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہیں، اُن کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس پر زمین کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں رخ کرتی ہے، پھر جب اُسے کوئی ٹھکانا نہیں ملتا تو یہ اُس کی طرف لوٹ آتی ہے جو اس لعنت کا حق دار ہے، ورنہ لعنت کرنے والے پر واپس نازل ہوتی ہے، (ابوداؤد: 4905)۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے، وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو، (النحل: 90)۔“ سفیان بن عیینہ نے کہا: ”عدل یہ ہے کہ بندے کا ظاہر و باطن یکساں ہو اور احسان یہ ہے کہ بندے کا باطن اُس کے ظاہر سے بھی زیادہ پاکیزہ ہو۔“ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”عدل کے معنی ہیں انصاف کرنا اور احسان کے معنی ہیں: فضل و کرم کا برتاؤ کرنا۔“ مفسرین کرام نے فرمایا: ”عدل یہ ہے کہ اپنا حق پورا لو اور دوسرے کو اُس کا حق پورا دو اور احسان یہ ہے کہ خود اپنے حق سے کم لو یا مکمل ایثار کرو اور دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ





دو۔ ہر قبیح فعل کو ”فحشاء“ کہتے ہیں اور قباحت کے اعتبار سے اس کے مختلف درجات ہیں، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی برائی کو ”مُنْكَر“ کہتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کے غالی دشمن ولید بن مغیرہ کی سماعت سے ٹکرائی، تو اس نے کہا: ”اے نبیؐ! اسے دوبارہ پڑھو، بخدا اس میں بڑی مٹھاس ہے، اس کا ظاہر بڑا دلکش ہے، اس کا تبارک و بار والا ہے، اس کی شاخصیں پھولوں اور پھلوں سے لدی ہیں اور یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔“ یہ آیت مبارکہ قرآن کریم کی جامع ترین آیات میں سے ہے، جو خیر و شر کے تمام شعبہ جات پر محیط ہے اور اسی لیے اسے بالعموم ہر خطبے میں پڑھا جاتا ہے، کاش کہ اس کے نورانی و روحانی اثرات کو ہم قبول کریں اور اپنے دل و دماغ میں اس طرح جذب کریں کہ ہمارے دل ایمان و ایقان سے معمور ہو جائیں اور ہم اعمالِ حسنہ کے برگ و بار اور پھلوں اور پھولوں سے مزین ہو جائیں۔ اس وقت تو منظر یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی تذلیل سے لطف اٹھاتے ہیں، توہین سے لذت پاتے ہیں اور دوسروں کی بے توقیری کو اپنے وقار کی علامت سمجھتے ہیں۔ کاش کہ بندے کو سمجھ میں آجائے کہ عزت و ذلت اُس کے اختیار میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے اللہ! ملک (واقفدار) کے مالک (حقیقی)، تو جسے چاہتا ہے، سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے، تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے، سب بھلائی تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے، (آل عمران: 25)۔“

الیکشن کمیشن اور نگران حکومتوں پر بھی جانب داری کے الزامات لگ رہے ہیں، جو مثبت علامت نہیں ہے، اگر آنے والے انتخابات حقیقی معنی میں منصفانہ اور شفاف نہ ہوئے، تو خدا نخواستہ ملک انتشار اور عدم استحکام کی طرف جاسکتا ہے اور موجودہ حالات میں ہم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے، کیونکہ ملک کی اقتصادی حالت دگرگوں ہے، زرمبادلہ کے ذخائر روز بروز کم ہو رہے ہیں، پاکستانی کرنسی ڈالر کے مقابلے میں روزانہ کے اعتبار سے اپنی قیمت کھورہی ہے، اس کے نتیجے میں مہنگائی کا طوفان بھی آ سکتا ہے، میڈیا نے بتایا کہ گمراہ حکومت آئی ایم ایف کے دروازے پر دستک دینے جارہی ہے۔ درآمدات و برآمدات کا تناسب دو اور پانچ کا ہے۔ بڑی سیاسی جماعتیں جو اقتدار کی دوڑ میں ایک دوسرے کی حریف ہیں، اُن کے منشور محض لغاطی ہیں، پرکشش اور خوش کن وعدے ہیں، ملک کو درپیش مشکلات کا عملی حل کسی نے پیش نہیں کیا۔ سر دست رائے دہندگان کو بھلانے کا عمل جاری ہے، حقیقت پسندی کے دور دور تک آثار نظر نہیں آرہے۔ وہ قوتیں جن پر منصوبہ بندی کا الزام لگایا جا رہا ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ اُن کے پاس بھی حالات کی اصلاح کا کوئی عملی خاکہ ہے یا نہیں، بگاڑ آسان ہے، سدھار بہت مشکل ہے۔ یہ تو سب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دینی جماعتوں کو میڈیا پر اپنا موقف پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا، بلکہ بلیک آؤٹ ہے۔ ہمیں معلوم کہ اس کے پیچھے کوئی منصوبہ بندی ہے یا اس کا سبب لبرل میڈیا کی اپنی عصبیت ہے یا یہ صرف پیسے کا کھیل ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں انتخابات میں حصہ لینا بہت مہنگا کھیل ہے اور صرف اہل ثروت اس کا شوق پال سکتے ہیں یا وہ جن کے پیچھے کوئی با وسائل طاقت موجود ہے۔ سینیٹ کے انتخاب کے موقع پر یہ عیاں ہو گیا کہ پچیس تیس ارب روپے میں سینیٹ کا کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔ سو جب سب کچھ قابلِ فروخت ہو تو کوئی طاقت قومی اسمبلی کی قیمت کا کوئی تخمینہ لگا کر بازی لگا سکتی ہے۔

(روزنامہ دنیا، 21 جولائی 2018ء)